لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب: ۲۱)

حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے

پیغامِ سیرت

افادات

حضرت مولانا محمد سلمان بجنوری نقشبندی صاحب مدظلہ

(استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند)

ضبط وترتیب

مفتی محمد شاداب تقی قاسمی

جنرل سکریٹری القلم فاؤنڈیشن کریم نگر

ناشر

تحقیق تصنیف تبلیغ واشاعت کا مرکز

القلم فاؤنڈیشن کریم نگر، انڈیا

AL QALAM FOUNDATION

KARIMNAGAR, INDIA

9700244072, 9704707491

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۱)

حقیقت یہ ہے کہ تمہارے لیے رسول اللہ کی ذات میں ایک بہترین نمونہ ہے

پیغام سیرت

افادات

حضرت مولانا محمد سلمان بجنوری نقشبندی صاحب مدظلہ

استاذ حدیث دار العلوم دیوبند، خلیفہ حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ

ضبط وترتیب

مفتی محمد شاداب تقی قاسمی

جنرل سکریٹری القلم فاؤنڈیشن کریم نگر

ابتدائیہ

معزز قارئین کرام! پیشِ نظر خطاب جو تحریری شکل میں پیش کیا جا رہا ہے اس کا پسِ منظر یہ ہے کہ ہمارے شہر کریم نگر کی قدیم اور نمائندہ تنظیم ''جمعیۃ الحفاظ'' نے ملک کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا محمد سلمان صاحب بجنوری نقشبندی مدظلہ کو سرزمین کریم نگر پر مدعو کیا تھا، حضرت والا نے وقت عنایت فرمایا اور ایک روزہ دورہ پر تشریف لائے۔ یکم اکتوبر ۲۰۲۳ء بروز اتوار آپ کے دو اہم خطابات ہوئیں۔ پہلا خطاب آپ نے صبح ۱۱ بجے مدرسہ فیض ابرار، گودام گڈہ میں ''علماء، حفاظ، خدامِ دین اور دانشوران'' میں فرمایا، یہ بیان بھی نہایت اہم اور فکر انگیز رہا۔

دوسرا اہم اور مرکزی خطاب بعد نمازِ مغرب مسجد محمودیہ، حسینی پورہ، میں جلسۂ سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے عنوان سے فرمایا۔ یہ بیان سادہ و دلچسپ ہونے کے ساتھ فکر انگیز اور جذبہ عمل کو بیدار کرنے والا تھا، عوام و خواص کا بڑا مجمع اس میں شریک رہا، اور سب نے بھرپور استفادہ کیا۔ سادہ الفاظ میں آپ نے سیرتِ

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اہمیت وعظمت اور ہماری ذمہ داریوں پر بصیرت افروز روشنی ڈالی۔ بیان کی اہمیت کے پیش نظر افادِ عام کی غرض سے ضبطِ تحریر کیا تاکہ سیرت کا پیغام دور تک پہنچیں، اور لوگ مستفید ہوں۔

جمعیۃ الحفاظ شہر کریم نگر اور اطراف واکناف میں برسوں سے مختلف میدانوں میں دینی خدمات انجام دینے والی ایک اہم تنظیم ہیں۔ دیہات میں مکاتب کا قیام ،ائمہ کرام کی تنخواہوں کا انتظام ،رمضان میں راشن کی تقسیم ،ضرورت مندوں کی ہنگامی امداد اور اکابر علماء کرام کے بیانات سے استفادہ اس کے بنیادی مقاصد ہیں۔ الحمدللہ جمعیۃ الحفاظ اپنے مقاصد میں کامیابی کے ساتھ ترقی کی جانب گامزن ہے۔ اللہ تعالی اس کی خدمات کو قبول فرمائے۔

حضرت مولانا سلمان صاحب بجنوری نقشبندی مدظلہ کے بیان کے اکثر حصے کو آپ ہی کے الفاظ میں نقل کرنے کی کوشش کی گئی۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی اس کوشش کو قبول فرمائے۔ اور ہر مسلمان کا تعلق سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مضبوط فرمائے۔ آمین

القلم فاؤنڈیشن جو شہر کریم نگر کا ایک تحقیقی و تصنیفی ادارہ ہے، جس کا ایک اہم کام اکابر کی تحریرات کو منظر عام پر پیش کرنا بھی ہے۔ اس سے قبل بہت سی

کتابیں اس کے تحت منظر عام پر آچکی ہیں۔اسی کی جانب سے اس خطاب کو بھی برقی شکل میں پیش کیا جارہا ہے۔اللہ تعالی القلم فاؤنڈیشن کی خدمات کو اپنی رضا کے ساتھ وسعت عطا فرمائے۔

طالبِ دعا

محمد شاداب تقی قاسمی

جنرل سکریٹری القلم فاؤنڈیشن کریم نگر۔تلنگانہ

۱۴ اکتوبر ۲۰۲۳ء مطابق ۱۸ ربیع الاول ۱۴۴۵ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ نَحۡمَدُہٗ وَنَسۡتَعِیۡنُہٗ وَنَسۡتَغۡفِرُہٗ وَنُؤۡمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیۡہِ وَنَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنۡ شُرُوۡرِ اَنۡفُسِنَا وَمِنۡ سَیِّاٰتِ اَعۡمَالِنَا مَنۡ یَّھۡدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنۡ یُّضۡلِلۡہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحۡدَہٗ لَا شَرِیۡكَ لَہٗ وَنَشۡھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبۡدُہٗ وَرَسُوۡلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡن امّا بعد فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ۔بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لَّقَدۡ كَانَ لَكُمۡ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسۡوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرۡجُواْ ٱللَّهَ وَٱلۡيَوۡمَ ٱلۡءَاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا (سورۃ الحزاب:۲۱)۔ صَدَقَ اللّٰہُ العَظِیۡم ۔قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسلَّم لَا یُؤۡمِنُ أحدُکُم حَتّی یَکُونَ ھَوَاہُ تَبعًا لِمَا جِئۡتُ بِہِ.اَو کَما قَالَ عَلَیۡہِ الصَّلوۃ وَالسَّلام ۔سُبۡحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ ٱلۡعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَٰمٌ عَلَى ٱلۡمُرۡسَلِينَ وَٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ رَبِّ ٱلۡعَٰلَمِينَ۔

الٰہی محبوب کل جہاں کو
دل و جگر کا سلام پہنچے
نفس نفس کا درود پہنچے،
نظر نظر کا سلام پہنچے
بساط عالم کی وسعتوں سے،
جہان بالا کی رفعتوں سے
ملک ملک کا درود اترے،
بشر بشر کا سلام پہنچے
زبان فطرت ہے اس پہ ناطق،
ببارگاہِ نبیٔ صادق
شجر شجر کا درود جائے،
حجر حجر کا سلام پہنچے
رسول رحمت کا بار احساں،

تمام خلقت کے دوش پر ہے
تو ایسے محسن کو بستی بستی
نگر نگر کا سلام پہنچے
میرا قلم بھی ہے ان کا صدقہ،
میرے ہنر پر ہے ان کا سایہ
حضور خواجہ، مرے قلم کا،
مرے ہنر کا سلام پہنچے
یہ التجا ہے کہ روز محشر،
گنہگاروں پہ بھی نظر ہو
شفیع امت کو ہم غریبوں کی
چشم تر کا سلام پہنچے
نفیس کی بس دعا یہی ہے،
فقیر کی اب صدا یہی ہے
سواد طیبہ میں رہنے والوں کو
عمر بھر کا سلام پہنچے

ا

یہ زمانہ جو ربیع الاول کا ہے، کوئی راز نہیں ہے، کوئی نئی بات نہیں ہے کہ یہ نبی ٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت سے پروگراموں اور جلسوں بل ؛ کہ جلوسوں اور اظہار عقیدت ومحبت کے جتنے طریقے ہو سکتے ہیں، صحیح اور غلط سب ہی کا موسم ہے اور طرح طرح سے اس امت کے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار کیا ہے اور کر رہے ہیں، لیکن یہ بات کسی سے مخفی نہیں ہے کہ یہ سلسلہ تو سالہا سال سے جاری ہے، اس کا ایک فائدہ تو ہم یقین کے ساتھ مان سکتے ہیں کہ کم از کم ان جلسوں سے ان میں جو شریعت کے مطابق ہوتے ہیں ان سے اتنا فائدہ تو بہ ہر حال ہوتا ہے کہ ہمارے آقا ومحبوب رحمۃ للعالمین، سید الاولین والآخرین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر ہو جاتا ہے ہمارے سامنے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کچھ نہ کچھ تازہ ہو جاتی ہے۔

سوچنا اصل یہی ہے کہ ہمیں کیا حاصل کرنا ہے اور کیا اس کا فائدہ ہونا

چاہیے، اصل میں جو جلسے اور اجتماعات ہوتے ہیں، وہ تو ایک مجبوری کا نام ہے کہ اپنی بات پہنچانے کا اس کے علاوہ ذریعہ نہیں ہوتا کہ ہم مسلمان بھائیوں سے کہیں کہ فلاں جگہ جمع ہوجاؤ کچھ بات کریں گے، یہ ایک ضرورت کے تحت ہوتا ہے، مگر ظاہر ہے کہ یہ اصل کام نہیں ہے۔

مسلمان کو نصیحت سے فائدہ ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقتاً فوقتاً صحابہؓ کو نصیحت فرماتے رہتے تھے ایک تو ہر وقت بھی سلسلہ تھا، لیکن باقاعدہ نصیحت کے لئے اکھٹا کرنا یا کچھ لوگوں کو جمع کر کے فرمانے کا بھی معاملہ تھا، حدیث شریف میں آتا ہے "کان رسول اللہ ﷺ یتخولنا بالموعظۃ" (رسول اللہ ناغہ فرما کر نصیحت کرتے تھے) اس اعتبار سے یہ کرنے کا کام ہے، لیکن جلسوں میں شرکت کرنے والوں کو یہ سوچنا چاہئے کہ ہم یہاں سے کیا حاصل کر کے جائیں گے اور کیا نتیجہ نکلنا چاہئے، ہر جگہ یہ بات کہنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ اصل جو کام ہے، اصل جو نتیجہ نکلنا چاہیے وہ یہ ہے کہ ہماری زندگیوں میں کچھ تبدیلی آئے، کچھ اچھا ہوجائے، پہلے سے کچھ بہتر ہوجائے، یہ جو بات ہے، کہ ہم جلسوں میں جاتے ہیں اور جیسے جاتے ہیں اگلے دن ویسے ہی رہتے

ہیں، ہماری زندگیوں میں کوئی تبدیلی نہیں آتی، یہ خراب بات ہے اور یہ تشویش کی بات ہے۔

ہر مسلمان کو اس بارے میں فکر مند ہونا چاہیے، یہ اس لئے کہتے ہیں کہ حالات بدلنے کا نام نہیں لے رہے ہیں اور اگر بدل رہے ہیں تو خرابی کی طرف جا رہے ہیں بجائے اچھائی کی طرف آنے کے، دنیا کے حالات، دنیا کی طاقتوں کے ہمارے ساتھ معاملات وہ پہلے سے زیادہ خرابی کی طرف جا رہے ہیں اور مسلمان اللہ جانے اپنے معاملات کو کس طرح حل کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو بدلنے کے لئے تیار نہیں ہے، حالات پر بیٹھ کر سب لوگ بات کرتے ہیں، ہماری مجلسوں میں، ہماری محفلوں میں، ہماری دوست واحباب کی مجلسوں میں یہ گفتگو ہوتی ہے کہ حالات یہ چل رہے ہیں اس میں فلاں فلاں کام ہونے چاہئیں، سوال یہ ہے اصل میں کہ جب بہت سارے لوگوں کو بھی اس کا احساس ہے، عام آدمیوں کو بھی احساس ہے تو پھر بدلتے کیوں نہیں یہ حالات۔

میرے ذہن میں یہ بات ہے کہ ہم میں سے ہر آدمی بدلنے کی بات کرتا ہے، مگر دوسروں کو بدلنے کی بات کرتا ہے، اپنے آپ کو بدلنے کی بات نہیں

کرتا، ہم بیٹھ کر بات کریں گے اور حالات پر افسوس کا اظہار کریں گے، ہم کہیں گے کہ دیکھو ہندوستان میں ایسے خطرناک حالات آرہے ہیں اور دیکھو توسہی علماء کیا کررہے ہیں، کچھ بھی نہیں کررہے ہیں،کوئی جواب نہیں دے رہا ہے،فلاں نے یہ بیان دے دیا اس پر کسی نے کچھ نہیں کہا،فلاں نے ایسا کردیا اس پر کچھ نہیں کیا اور اس کے بعد جب ہمارا تبصرہ کا میدان اور وسیع ہوجاتا ہے تو پھر ہم پہنچ جاتے ہیں عالمی سطح پر،سعودی عرب، دبئ،کویت کے بادشاہ فلاں کام کررہے ہیں، عالم اسلام کے حکمران ایسے بے حس ہیں اور امریکہ اور اسرائیل ظلم ڈھارہے ہیں،ساری باتیں بالکل صحیح ہوتی ہیں،مگر ہم تھوڑی دیر کے لئے سوچیں کہ ان میں سے ہمارے کرنے کی کونسی بات ہوتی ہے، دنیا کی جوطاقتیں جو کچھ کررہی ہیں کیا ہم ان کا ہاتھ پکڑ کر روک سکیں گے، ہمارے کرنے کا فقط یہ کام ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی اپنے آپ کوٹھیک کرلیں،مگر مسئلہ یہ ہے کہ ہم لوگ دوسروں کو بدلنا چاہتے ہیں اپنے کو بدلنا نہیں چاہتے۔

سیرت کے جلسوں کے دوموضوع ہوسکتے ہیں،ایک تو یہ کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی جائے،آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بیان کئے جائیں اور

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کمالات کو بیان کیا جائے، یہ موضوع اتنا بڑا ہے کہ جس پر سارا سال بیان کرتے رہیے ختم نہیں ہوگا، ہم بیان کیا کرلیں گے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف وکمالات کو ہم کیا بیان کریں گے۔ مرزا غالب نے کہا ہے کہ:

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزدان گزاشتم

کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم است

(غالبؔ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تعریف کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا ہے، کیونکہ وہ ذاتِ پاک ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان وعظمت سے صحیح معنوں میں آگاہ ہے۔)

کوئی لفظوں سے کیسے بتادے ان کے رتبے کی حد ہے تو کیا ہے

ہم نے اپنے بڑوں سے سنا ہے صرف اللہ ان سے بڑا ہے

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جلسوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اوصاف کو بیان کرنا مشکل بھی ہے اور آسان بھی ہے، مشکل تو اس معنیٰ کر ہے کہ حق ادا نہیں ہوگا اور آسان اس معنیٰ کر ہے کہ سمندر ہے چاہے جہاں سے بیان کرلو، لیکن سوال یہ ہے کہ اس کا ہماری زندگی پر کیا اثر ہے یہ اصل دیکھنے کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری اس میں رہنمائی فرمائی ہے، قرآن کریم کی یہ آیت سیرت کے جلسوں میں ہمیشہ پڑھی جاتی ہے، سب لوگ اس کو جانتے ہیں مگر عجیب بات ہے، آدھی آیت پڑھی جاتی ہے، لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. حالاں کہ مکمل آیت اس طرح ہے، درمیان میں وقف تک نہیں ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا. تمہارے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بہترین نمونہ ہے، ان لوگوں کے لئے جو اللہ پر اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کو زیادہ یاد کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات تو نمونہ سب کے لئے ہے لیکن فائدہ سب کو نہیں پہنچتا، فائدہ ان لوگوں کو پہنچتا ہے جن کا اللہ اور آخرت پر یقین ہوتا ہے اور وہ اللہ کو یاد کرنے والے ہوتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسوۂ حسنہ بلا شبہ ہیں، مگر مسلمانوں کے حالات میں اس کا جو اثر نظر نہیں آرہا ہے وہ قرآن کی آیت بتارہی ہے کہ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا تو ہے نہیں، جب اس پر عمل نہیں ہے تو اسوۂ حسنہ کا فائدہ نہیں ہو رہا ہے اور یہ بالکل پکی بات ہے کہ کون ہے ہم

میں سے جو باقاعدہ یہ سوچتا ہوں بیٹھ کر کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نمونے کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی کا جائزہ لوں اور جہاں جہاں کمی ہو رہی ہے اس کو دور کرنے کی کوشش کروں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو نمونہ ہے، وہ نمونہ کیوں ہے، اس کا ایک عام فہم جواب یہ ہے کہ دنیا میں انسان کو زندگی گزارنے کے لئے کوئی نہ کوئی طریقہ تو چاہیئے، ہر آدمی کا ایک انداز ہوتا ہے زندگی گزارنے کا، ہم اگر کوئی کاروبار کرنا چاہیں گے تو ہم یہ دیکھیں گے کہ کاروبار کرنے والے جو بڑے بڑے لوگ ہیں انہوں نے اس کاروبار کو کیسا کیا ان کا نمونہ ہم دیکھیں گے اور اس طریقہ کو اختیار کریں گے۔

ساری زندگی میں آدمی کو بہت کچھ کرنا پڑتا ہے، کاروبار بھی کرنا ہے، گھر والوں کے ساتھ بھی رہنا ہے، رشتہ داروں کے ساتھ بھی رہنا ہے، دنیا میں چلنا پھرنا بھی ہے، ذمہ داریاں پوری کرنی ہے، اگر کوئی آدمی صلاحیت رکھتا ہے تو اسے قیادت بھی کرنی ہے، اور دنیا کے اندر اور بہت سارے معاملات ہیں جن سے انسان کو واسطہ پڑتا ہے، خوشی آنی ہے اس کو بھی گزارنا ہے، غم آنا ہے اس کو بھی جھیلنا ہے، خوشحالی آنی ہے اس کو بھی پرکھنا ہے، تنگی آئے تو اس کو بھی

جھیلنا ہے، کتنے حالات ہیں اور ظاہر ہے کہ ہر آدمی ان حالات سے اپنے انداز سے نمٹتا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو خصوصیت ہے وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں ایک کامل اور بھرپور زندگی گزاری ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عقیدت کی وجہ سے عام طور سے مسلمانوں کے ذہن میں تصور کچھ ایسا رہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو آخری درجے کے نیک انسان تھے تو بس وہ بے چارے مسجد کے اندر بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کرتے رہتے ہوں گے ہر وقت، ان سے زیادہ اللہ اللہ کرنے والا کون ہوسکتا ہے اور بہت اللہ کی عبادت ساری رات پیروں پر ورم آجاتا تھا عبادت کرتے رہتے تھے اور گھر میں کھانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا تھا تو اس طرح کا ایک تصور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا ہمارے ذہنوں میں ہے، اعلیٰ درجہ کی بزرگی، آخری درجہ کا تقدس اور دنیا کے معاملات سے کوئی تعلق نہیں، کچھ ایسا تصور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بنا ہوا ہے۔

ہم لوگ سوچیں ذرا یہ تصور صحیح ہے؟ یا غلط ہے؟ یہ تصور ناقص ہے؟ یا کامل ہے؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ تصور صحیح ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اللہ والے آدمی تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا اللہ والا اور کوئی ہو نہیں سکتا، تو بس

ہر وقت مسجد، عبادت اور پیروں پر ورم آ گیا اتنی عبادت اور گھر میں فاقے ہو رہے ہیں، پورے مہینے چولہا نہیں جل رہا ہے، لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی اس انداز سے گزری ہے۔

تو ہمیں بتائیں کہ وہ کون شخصیت ہیں جن کے چار بیٹیاں اور کئی بیٹے ہوئیں، وہ کون شخصیت ہیں جن کی گیارہ ازواج مطہرات ہیں، وہ کون شخصیت ہیں جنھوں نے تجارت کے لئے دوسرے ملکوں تک کا سفر کیا ہے، وہ کون شخصیت ہیں ساری چیزوں کے ساتھ کہ جس نے جنگ کے میدان میں فوجوں کی کمانڈ کی ہے اور کامیاب ترین کمانڈ اور وہ کون شخصیت ہیں جس نے اپنے گھر سے بیٹھ کر دنیا کے کسی ایک علاقے کے نہیں دنیا کے بڑے بڑے بادشاہوں کو نہایت خود اعتمادی کے ساتھ خط لکھے ہیں اور اپنے دین پر آنے کی دعوت دی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کو محدود انداز سے سوچ لینا یہ بہت غلط بات ہے، یہ صحیح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پیسہ نہیں تھا، مگر پیسہ نہیں تھا کا مطلب ہماری طرح نہیں ہے، پیسہ نہیں تھا کا مطلب ہے پیسہ رکھتے نہیں تھے، آتا تو بہت تھا۔

ایک صاحب نے ضخیم کتاب لکھ دی ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں انہوں نے اس کے ٹائیٹل پر جو نام لکھا ہے وہ یہ ہے، **کان رسول اللہ ﷺ ثریاً منفقاً لا فقیراً زاھداً** (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صاحب مال اور خرچ کرنے والے تھے، ایسے غریب نہیں تھے جن کے پاس کچھ بھی نہ ہو) اور اس کتاب میں انہوں نے ثابت کیا ہے کہ پوری حیات طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملکیت میں اتنے کلو سونا آیا اور اتنے کنٹل چاندی آئی، یہ الگ بات ہے کہ ایک رات بھی نہیں رہی ساتھ میں، لیکن آئی تو سہی۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ سوچنا کہ بس وہ سر جھکائے بیٹھے ہیں اور کچھ نہیں کر رہے ہیں، یہ کیسے ہوسکتا ہے، دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کام کرنے والا میرا خیال ہے کوئی آدمی پیدا نہیں ہوا، اتنی مدت میں دنیا کے اندر جو آپ کر کے چلے گئے کون کرسکتا ہے، ظاہر ہے اس میں اللہ کی مدد بھی شامل ہے، معجزہ بھی شامل ہے، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانوں کے درمیان انسانوں کی طرح زندگی گزاری ہے، اسباب کی دنیا میں اسباب کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔

غزوۂ بدر کا موقع ہے، پتہ چل رہا ہے کہ کفار مکہ شائد حملہ کرسکتے

ہیں، قافلے پر حملہ ہوسکتا ہے، ایک طریقہ یہی تھا کہ ہماری طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اے اللہ آپ کے دشمن اور آپ کے نبی کے دشمن چڑائی کرنے کے لئے آرہے ہیں ذرا فرشتوں کو بھیج کر ان کو روک دیجیے، قبول نہ ہوتی دعا؟ ہوسکتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا تھی دعا قبول ہوجاتی، لیکن کیا کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو کچھ تھا، جو طاقت میسر تھی، وہ طاقت کو جمع کر کے اقدام کیا، بدر کا میدان تو تقریبا ڈیڑھ سو کلومیٹر دور ہے مدینہ منورہ سے، آج سوچیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنی دور گئے ہیں، مدینہ سے نکل کر اقدام کیا ہے اور جو کچھ اپنے پاس ہے وہ لے جا کر میدان میں ڈال دیا، اب اللہ سے دعا کی کہ اے اللہ جو طاقت تھی وہ لے کر آ گیا، اب آپ کی مدد چاہیے، اگر آپ کی مدد نہیں آئی تو قیامت تک عبادت نہیں ہوگی، اپنے کرنے کا کام کیا اور پھر اللہ سے مانگا۔

ہمارا قصہ کیا ہے، ہم شائد یہ سمجھتے ہیں کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی زیادہ اللہ میاں کے قریب ہیں، ہمیں جو بھی چاہیے ہم اللہ میاں کو آ ڈر دے دیں گے اور اللہ میاں پورا کر دیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حصہ کا کام کیا پھر اللہ سے مانگا، مسلمان اپنے کرنے کا کام کرنے تیار ہی نہیں ہیں، رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں اسوۂ حسنہ خوبصورت نمونہ ہے ہر کام کے لئے۔

ہمارے ذہنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا یہ کیا مفہوم ہے اس پر غور کرلیں، اگر ہمارے یہاں کوئی آدمی داڑھی رکھ لے، ٹوپی پہن لے، کرتا پاجامہ پہن لے نماز وغیرہ تھوڑی سی سنت کے مطابق پڑھ لے، کھانا وغیرہ بھی سنت کے مطابق کھالے اور کوئی پکڑی باندھ لے تو اس سے زیادہ متبع سنت کسے بھی نہیں سمجھتے، ایسا لگتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بس یہی دو چار کام کئیں اور کوئی کام نہیں کیا۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کا اتباع کرو مگر یہ سمجھو کہ سنت پر چلنے کا مطلب کیا ہے نیز فرمایا کہ اتباع سنت کے سات قدم ہیں، یہاں تین بیان کئے جاتے ہیں:

(۱) پہلا قدم یہ ہے کہ تم اپنے تمام ظاہری اعمال کو سنت کے تابع بنالو۔

(۲) دوسرا قدم اپنے تمام باطنی اعمال کو سنت کے مطابق بنالو۔

(۳) تیسرا قدم اعمال کی کیفیات کو سنت کے مطابق بنالو۔

ظاہری اعمال میں سب سے پہلے عبادتیں آئیں گی، ساری عبادتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق ادا کرو، ساری نماز نہیں، نماز اس سے پہلے

وضو وہ سارا سنت کے مطابق ہو اور نماز کے سارے ارکان، ساری تفصیلات یہیں پر تھوڑا سا سوچ لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے لئے نمونہ ہیں، ہم نے تو نماز میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نمونہ نہیں پکڑ رکھا ہے، یہ خطرناک اور تکلیف دہ بات ہیں۔

نماز اس کے بعد روزہ سنت کے مطابق رکھو روزہ میں جس طرح وقت گزارنا چاہیے اس طرح گزارو، زکوٰۃ سنت کے مطابق ادا کرو، حج سنت کے مطابق کرو، قرآن کی تلاوت کرو تو سنت کے مطابق کرو، صدقہ خیرات کرو تو سنت کے مطابق کرو، ساری عبادتیں ظاہری اعمال میں سے ایک چیز ہیں۔

سارے معاملات ، ہماری تجارت سنت کے مطابق ہو، لین دین کاروبار، مال کا دینا، اچھی کوالٹی کا خیال رکھنا، وعدہ کی پابندی کرنا، وعدہ خلافی سے بچنا، جھوٹ نہ بولنا، دھوکہ نہ دینا، کسی کا مال نہ دبانا معاملات میں جو کچھ چیزیں آتی ہیں وہ سب اس میں داخل ہیں۔

یہاں تھوڑا سا سوچیں کہ مسلمانوں کے پاس کیا ہے، نماز میں تو خیال بھی آ سکتا ہے کہ سنت کا خیال کرلیں، معاملات کے بارے میں تو خیال بھی نہیں آتا کہ یہاں بھی کوئی سنت ہوگی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجارت کی ہے تو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی کے مطابق کرنی ہے تبھی تو سنت پر عمل ہوگا۔

ساری معاشرت یعنی انسانوں کے ساتھ جو ہمارا رہن سہن ہے اور انسان کتنے ہیں جن سے ہمیں واسطہ پڑتا ہے، بیوی ہے، بچے ہیں، ماں باپ ہیں، بیوی کے لئے شوہر، شوہر کے لئے بیوی، ماں باپ کے لئے اولاد، اولاد کے لئے ماں باپ، بھائی بہن ایک دوسرے کے لئے، پڑوسی رشتہ دار، سفر کا ساتھی، تجارت کا پارٹنر، مہمان کے لئے میزبان اور میزبان کے لئے مہمان اور بہت سارے وہ لوگ جن سے کبھی کبھی واسطہ پڑتا ہے۔

آپ غور کریں کہ ہمارا ان معاملات میں سے کونسا معاملہ ہے جو سنت کے مطابق چل رہا ہو، گھروں کے اندر ہی ہم دیکھیں کہ بیوی کے ساتھ کیا معاملہ ہے، بڑے بڑے دیندار لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم شوہر ہیں ہم کو سختی کا حق دیا گیا ہے، ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑے شوہر نہیں ہو سکتے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ساری کائنات کے سردار ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو ازواج مطہرات ہیں ان کے بھی سردار ہیں، لیکن ان کے ساتھ برابری کا معاملہ ہے گھروں کے اندر وہ ناراض بھی ہوتی ہیں حضور ہنستے بھی ہیں ان کی ناراضگی پر۔

ماں باپ کے ساتھ برتاؤ کتنے لوگوں کا صحیح ہے؟ ماں باپ معذور

ہو جاتے ہیں بعض مرتبہ اور کوئی ان کی آمدنی نہیں ہوتی، اگر پیسہ ہے ماں باپ کے ہاتھ میں تو کچھ خدمت ہو جاتی ہے، اس سے بڑی خودغرضی کیا ہوگی کہ اولاد ماں باپ کی خدمت اس وجہ سے کریں کہ ان کے پاس پیسہ ہے اور جن ماں باپ کے پاس پیسہ نہیں ہے ان کی خدمت سے کوئی سروکار نہیں۔

بہت سارے ماں باپ ہیں جو اپنی اولاد میں انصاف نہیں کرتے، بیٹے اور بہو میں بیٹے کا ہی ساتھ دیتے ہیں اور داماد اور بیٹی میں بیٹی کا ہی ساتھ دیتے ہیں اسے انصاف کہتے ہیں؟ کیا یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، یہی وجہ سے گھروں کے اندر مصیبتیں کھڑی ہیں، پچاس فیصد سے زیادہ گھروں میں جھگڑے ہیں، انصاف ہوتا تو جھگڑے نہیں ہوتے، اگر ماں باپ یہ طئے کرلیں کہ بہو کی بات صحیح ہوگی تو ہم اس کا ساتھ دیں گے، بیٹی اور داماد میں داماد کی بات صحیح ہوگی تو ہم اس کا ساتھ دیں گے، کبھی داماد چھوڑے گا بیٹی کو؟ ہم خود گڑبڑ کرتے ہیں ناانصافی کرتے ہیں۔

اخلاق کا مطلب یہ نہیں کہ کسی سے خندہ پیشانی سے ملنا یہ تو معاشرت میں آگیا، اخلاق کا مطلب ہے ذات وصفات، ہم کس طرح سے سوچتے ہیں، کیسے کرتے ہیں، ہمارے اندر کیا عادتیں ہیں، عادتیں ہیں اصل میں

اخلاق سے مراد، ہم لوگ تو اپنے آپ کو کچھ بھی بدلنے کے لئے تیار نہیں ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کی یہ عادت تھی کہ بات کرتے تھے تو ٹھہر کر بولتے تھے، اطمینان سے بولتے تھے، تاکہ بات سمجھ آجائے پوری طرح، ایک مرتبہ دوران درس یہ فرمایا کہ میں جلدی جلدی بولنے پر قادر ہوں مگر یہ ٹھہر ٹھہر کر بولنے کی عادت محنت کر کر ڈالی ہے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھہر ٹھہر کر بولتے تھے، یہ ہوتا ہے اتباع سنت کہ عادتوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں کے تابع بنالیا جائے۔

ظاہری اعمال میں ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ اور زبان سے جو عمل ہوں وہ سنت کے مطابق ہو، ہزاروں میں کوئی ایک آدمی ہے جو زبان کا صحیح استعمال کرتا ہے، بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ ہم کچھ نہیں کرتے، لیکن جب لڑائی ہو اس وقت پتہ چلتا ہے، جس سے آپ کی لڑائی ہے اس کے بارے میں برتاؤ کیا کرتے ہو، اس کے بارے میں بھی کیا ہمیشہ سچائی پر قائم رہتے ہو؟ کیا اس کی بے عزتی بھی کرتے ہو؟ اس کے خلاف جھوٹ نہیں بولتے ہو؟

اگر ہمارا اختلاف ذاتی اور دنیوی نہ ہو دینی معاملات میں اختلاف ہو تو وہ اختلاف بھی ہم اس طرح لڑتے ہیں جس طرح دنیوی معاملات میں لڑتے

ہیں، غور کر لیجئے بہت سارے ہمارے اختلافات چل رہے ہیں، ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اختلاف ہونے کا مطلب ہے لڑائی، اختلاف ہونے کا مطلب ہے ایک دوسرے کی بے عزتی، اختلاف ہونے کا مطلب ہے ایک دوسرے کی دشمنی، یہ مسلمانوں نے کرر کھا ہے، دین داروں نے کرر کھا ہے، اختلاف رائے ہو گیا تو اسی پر اتفاق کرلو کہ ہمارے درمیان اختلاف ہے کوئی بات نہیں، مگر صاحب چونکہ یہ میری رائے ہے تجھے اس پر آنا پڑے گا، تجھے میرے طریقے پر کام کرنا پڑے گا ورنہ میں لڑائی کروں گا، نتیجہ کیا ہے، نتیجہ معلوم ہے، کرلو لڑائیاں، مت ختم کرو اپنے اختلافات، میں اہل حق سے کہہ رہا ہوں جو اپنے آپ کو سب اہل حق سمجھتے ہیں ان کے اختلافات کا حال ہے یہ، مت کرو ختم، دنیا میں ہلکے تھے اور ہلکے ہوتے جارہے ہو، حیثیت ہی کیا ہے مسلمانوں کی؟۔

اتباع سنت کا دوسرا قدم یہ ہے کہ باطنی اعمال کو سنت کے تابع بناؤ، یعنی دل کے اندر جو چیزیں ہیں، دل میں دکھاوا نہ ہو اخلاص ہو، دل میں حسد نہ ہو، حسد نہ ہو تو مسلمان کیسے ہوجائے گا، جلنا تو چاہیے اسے لازمی بات ہے، مسلمان بھائی کو اگر نعمت مل گئی تو ہم نہ جلے، عجیب بات ہے کافر کو ملے تو

نہیں جلیں گے، ہاں کلمہ پڑھنے والے کو مل جائے تو جلنے لگتے ہیں، دل میں بڑائی نہ ہو تواضع ہو۔

تیسرا قدم اعمال کی کیفیات سنت کے مطابق بناؤ، جو عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کیفیت کے ساتھ کرتے تھے اسی کیفیت سے کرنے کی کوشش کرو۔

جب یہ سنت کا اتباع اس طرز پر ہوگا تو پھر أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْءَاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا ہوگا۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ